سید جلال الدین عمری

اسلامی ریاست میں
غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ کس حد تک ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود کے مختلف قبائل سے' جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے' معاہدہ فرمایا تھا' اس معاہدہ کی رو سے انہیں داخلی طور پر اپنے معاملات طے کرنے اور اپنے دین و مذہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل تھی' البتہ ریاست کے دفاع اور اسکے تحفظ میں وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔ (۱) اس لحاظ سے وہ اسلامی ریاست مدینہ کا ایک حصہ بھی تھے اور ان کی جداگانہ حیثیت بھی تھی۔ اس وجہ سے بعض حضرات نے یہودی کو ایک الگ آزاد ریاست قرار دیا ہے' اس کے لئے وہ 'دارالحرب' (غیر اسلامی ریاست) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں' جس کا دارالاسلام سے معاہدہ امن تھا۔ بعض دوسرے اصحاب علم نے یہودیوں کو ایک ہی اسٹیٹ کے اندر پائی جانے والی آزاد قوم کی حیثیت دی ہے۔ گویا اس کی حیثیت ریاست کے اندر ریاست کی تھی۔ اس موضوع سے متعلق آیات کی تشریح اور احکام کے بیان میں ان دونوں رایوں کا اظہار ہوتا ہے۔

اس سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے معاہدۂ امن یا معاہدۂ صلح ہو اور وہ اپنے کسی (مذہبی) معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کرے اور اس کا فیصلہ چاہے تو اس کے لئے فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ یا وہ اس میں دخل دینے سے انکار بھی کر سکتی ہے؟ اگر فیصلہ کرے تو کیا اس ریاست کے (مذہبی) قانون کے تحت فیصلہ کرے گی یا اسلامی قانون کے تحت فیصلہ سنائے گی؟

دوسرے یہ کہ جو غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری ہیں کیا ان پر بھی اسلامی قانون پوری طرح نافذ ہوگا' یا وہ اپنے مذہبی امور میں آزاد ہوں گے؟ آزاد ہوں گے تو کس حد تک؟

آئندہ صفحات میں ان دونوں پہلوؤں سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

اہل صلح کے نزاعات کا فیصلہ لازم نہیں ہے۔

یہود توریت پر ایمان کے دعویدار تھے۔ وہ اپنے معاملات اس کے مطابق طے کر سکتے تھے' لیکن اس کا کوئی حکم ان پر شاق گزرتا اور وہ اس سے بچنا چاہتے تو ان کی ایک تدبیر یہ اختیار کرتے کہ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کے

طالب ہوتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ توریت کے قانون کے مقابلے میں اس میں آسانی ہو تو اسے اختیار کرلیا جائے۔ ورنہ رد کردیا جائے۔ اس سلسلہ میں حکم ہوا:

سمعون للکذب اکلون للسحت فان جائوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم وان تعرض عنھم فلن یضروک شیاء وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین۔ (المائدہ۔۴۲)

ترجمہ: ''(احبار و رہبان) جھوٹ کو کان لگا کر سننے والے اور بری طرح حرام کھانے والے اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا ان سے اعراض کرو۔ اگر تم ان سے اعراض کرلو تو تمہیں یہ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے معاہدۂ امن و صلح ہو تو اسلامی ریاست اس کے معاملات میں دخل نہیں دے گی' لیکن وہ اپنے کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کرے تو اسلامی ریاست کو فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے' اپنے حالات اور مصالح کے تحت وہ مقدمہ کا فیصلہ کر بھی سکتی ہے اور اس سے انکار کا بھی اسے اختیار ہے' لیکن جب بھی فیصلہ کرے گی' حق و انصاف کے مطابق کرے گی۔ اس سلسلے میں آگے چل کر فرمایا:

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم عما جاءک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجاً ...... (المائدہ:۴۸)

ترجمہ: ''اور ہم نے یہ کتاب حق کیساتھ نازل کی ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان اور محافظ ہے' پس آپ انکے درمیان اس کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کی ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ رکھا ہے۔''

مزید تاکید کے ساتھ فرمایا:

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبعا ھواء ھم وحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک۔ (المائدۃ:۴۹)

''اور فیصلہ کرو ان کے درمیان اس کتاب کے مطابق جو اللہ نے نازل کی ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچے رہو کہ اللہ نے جو دین تم پر نازل کیا ہے کہیں اس کے کسی حکم سے وہ تمہیں پھیر نہ دیں۔''

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہود و نصاریٰ کو ان کے مناسب حال شریعتیں دی گئی تھیں اور ان پر عمل کا انہیں پابند بنایا گیا تھا۔ اسی طرح ہر قوم کے لئے الگ شریعت رہی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے‘ یہ دوسری آسمانی کتابوں کی نگراں اور محافظ ہے جو بتاتی ہے کہ ان کتابوں اور شریعتوں میں کیا تحریف اور ترمیم ہوئی ہے۔ اور کس طرح اللہ کے احکام کو بدلا گیا ہے۔ اس کا کتنا حصہ محفوظ اور کتنا غیر محفوظ ہے۔ اس کتاب کے آنے کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں‘ اب آپ کسی دوسری ہدایت یا دوسری شریعت کے پابند نہیں ہیں‘ آپ تمام معاملات کا فیصلہ اس کتاب کے مطابق کریں۔

بعض حضرات نے کہا کہ ان آیات کے ذریعہ آیت: ۴۲ کا حکم منسوخ ہوگیا۔ جس میں آپ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اب آپ کے لئے ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنا لازم ہے‘ لیکن یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا‘ اس لئے کہ یہ ایک ہی سلسلہ بیان ہے‘ اس میں بعض آیات کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دینے کا کوئی مضبوط قرینہ نہیں ہے۔ ان دونوں آیات میں غیر مسلموں کے دو الگ طبقات کا ذکر ہے‘ اس کی وضاحت بعض دوسرے اہل علم نے اس طرح کی ہے کہ آیت: ۴۲ اہل صلح یا اہل موادہ سے متعلق ہے۔ ان کے معاملات آپ کے سامنے آئیں تو آپ کو فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا‘ لیکن بعد کی آیات ذمیوں سے متعلق ہیں۔ ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا آپ کے لئے لازم تھا‘ علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ کہتے ہیں:

”ان آیات میں ناسخ و منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس آیت میں آپ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو اسلامی ریاست کے شہری نہیں ہیں۔ اسلامی ریاست کی اگر دار الحرب سے صلح ہے اور وہ کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کا فیصلہ چاہے تو وہ (اپنے مصالح کے پیش نظر) فیصلہ کر بھی سکتی ہے اور یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ وہ اپنے قوانین کے تحت خود فیصلہ کرلیں‘ لیکن جو لوگ اسلامی ریاست کے ذمی ہیں وہ بہر حال اسلامی قوانین کے پابند ہوں گے۔“ (۲)

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں:

”یہود اہل صلح تھے‘ ذمی نہیں تھے‘ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ان سے صلح کی تھی‘ ہمارے لئے کفار (غیر مسلموں) کے درمیان فیصلہ کرنا‘ اگر وہ ذمی نہیں ہیں تو واجب نہیں ہے‘ البتہ ہم چاہیں تو فیصلہ کر سکتے ہیں۔“ (۳)

امام رازیؒ کہتے ہیں:

”اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے خاص مدت کے لئے معاہدہ ہو تو ریاست کے حاکم کے لئے لازم نہیں ہے کہ معاہد قوم کے معاملات میں فیصلہ کرے۔ اسی اختیار کا آیت: ۴۲ میں ذکر ہے جو معاہد قوم کے

ساتھ مخصوص ہے"۔ (۴)

ابوحیان اندلسیؒ کہتے ہیں:

"امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ ذمی اگر اپنا مقدمہ مسلمان حاکم کے پاس لائیں تو فیصلہ کرنا واجب ہے۔ باقی رہے معاہد جن کا مسلمانوں کے ساتھ خاص مدت کے لئے معاہدہ ہو'ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کے سلسلے میں حاکم کو فیصلے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی اختیار کا آیت ۴۲ میں ذکر ہے۔ یہ معاہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔"(۵)

علامہ رشید رضا مصریؒ کہتے ہیں:

"ان آیات کا سلسلہ کلام ایک ہے'ان میں کسی کو ناسخ اور کسی کو منسوخ ماننا صحیح نہیں ہے۔ آیت کے ذیل میں راجح قول یہی ہے کہ حاکم کو فیصلے کا اختیار معاہدین کے سلسلے میں حاصل ہے' ذمیوں کے سلسلے میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے مسلمان حکام کے لئے ان اجنبیوں کے معاملات میں فیصلہ کرنا' جو ملک میں موجود (یا اس کے شہری) نہیں ہیں' ضروری نہیں ہے' لیکن اہل ذمہ ہماری طرف رجوع کریں تو ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا لازم ہے۔ (۶)

<u>ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا لازم ہے:</u>

اس سے واضح ہے کہ اس بحث کا تعلق اہل صلح یا اہلِ موادعہ سے ہے' وہ اگر کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو ضروری نہیں کہ اسلامی ریاست اس کا فیصلہ کرے۔ حالات کے لحاظ سے اسے فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار حاصل رہے گا۔ ذمیوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اسلامی ریاست کے شہری ہیں' وہ اگر ایک دوسرے کے حقوق تلف کریں اور ظلم و زیادتی کا ارتکاب کریں یا فریقین میں سا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرے۔ قاضی بیضاویؒ کہتے ہیں:

"اگر قاضی کے سامنے دو ذمیوں کا مقدمہ پیش ہو یا ان میں کا ایک ذمی اور دوسرا مسلمان ہو تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے' کیونکہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ ذمیوں کا دفاع کریں گے اور ان پر ظلم ہو تو اسے دور کریں گے۔ آیت ۴۲' جس میں فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا' اس کا تعلق ذمیوں سے نہیں ہے"(۷)

علماء نے لکھا ہے کہ اگر مقدمہ مسلمان اور ذمی کا ہو تو اسلامی ریاست کے لئے اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے۔

علامہ بغویؒ کہتے ہیں:

"اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر ہمارے سامنے مسلمان اور ذمی کا مقدمہ پیش ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے' اس لئے کہ مسلمان کے لئے اہل ذمہ کے فیصلے کا قبول کرنا جائز نہیں ہے"(۸)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے صراحت کی ہے:

واذا تحاكم مسلم وذمي وجب الحكم بينهم بغير خلاف لأنه يجب دفع ظلم كل احد منهما عن صاحبه۔ (۹)

''مسلمان اور ذمی فیصلے کے لئے آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں۔اس لئے کہ ان میں سے جو بھی کسی پر ظلم کرے اسے دفع کرنا واجب ہے۔''

یہ بات طے ہے کہ اسلامی عدالت جو فیصلہ کرے گی وہ اسلامی شریعت کے مطابق کرے گی۔کسی دوسرے مذہبی یا ملکی اور ملی قانون کا اتباع اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس ذیل میں صراحت کردی ہے۔

وان احكم بينهم بما انزل الله ولاتتبع اهواءهم (المائدہ:۴۹)

''فیصلہ کروان کے درمیان اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے اوران کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔''

علامہ ماوردیؒ ان علماء میں ہیں جن کا خیال ہے کہ المائدہ آیت ۴۲ میں اہل کتاب کے مقدمات کا فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا جو اختیار دیا گیا تھا وہ اس آیت کے ذریعہ ختم ہوگیا۔فرماتے ہیں: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مقدمات ہم اپنے قانونِ شرع کے مطابق کریں گے:

هذا يدل على وجوب الحكم بين أهل الكتاب أذا تحاكموا إلينا وأن الانحكم بينهم بتوراتهم ولابانجيلهم (۱۰)

''یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل کتاب اگر ہماری طرف رجوع کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے اور یہ کہ ہم ان کے توریت اور انجیل کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے۔''

علامہ ابن کثیرؒ اس حکم کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے' بلکہ اسے وسیع معنی میں لیتے ہیں۔کہتے ہیں:

أى فاحكم بينهم يا محمد بين الناس عربهم وعجمهم واميهم وكتابيهم بما انزل الله اليک فى هذا الكتاب العظيم وبما قرره لک من حكم ما كان من قبلک من الانبياء ولم ينسخه فى شرعک۔

''آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ آپ لوگوں کے درمیان چاہے وہ عرب ہوں یا عجم' امی (ناخواندہ) ہوں یا اہل کتاب' فیصلہ اس کتاب عظیم کے مطابق کیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے اور جو آپ سے پہلے کے انبیاء ہیں ان کی ان تعلیمات کے مطابق کیجئے جنہیں اللہ نے آپ کی شریعت میں باقی رکھا ہے اور منسوخ نہیں کیا ہے۔''

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ آیت کی یہی توجیہ امام طبریؒ نے کی ہے۔ (۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست کی اساس اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے' وہ اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی۔ چنانچہ ان ہی آیات کے ذیل میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی کتاب اور اس کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں (آیت۔۴۵) ظالم ہیں (آیت:۴۶) اور فاسق ہیں (آیت:۴۷) ان آیات میں براہ راست اہل کتاب کو تنبیہ اور توبیخ کی گئی ہے۔ لیکن اس میں اہل ایمان کے لئے بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں اسلامی قانون سے انحراف نہ کریں اور اس کے تابع رہیں۔

ذمیوں پر اسلامی قانون کا کس حد تک نفاذ ہوگا؟

ذمیوں کے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ وہ اسلامی ریاست میں اسلامی قانون کے ہر معاملہ میں پابند ہوں گے یا انہیں کسی دائرے میں اپنے معاملات طے کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوگی؟

ذمی اپنے پرسنل لاء پر عمل میں آزاد ہوں گے:

اس معاملہ میں اسلامی قانون یہ ہے کہ ذمی اپنے مذاہب پر عمل کے لئے آزاد ہیں۔ وہ عبادت گاہیں اپنی آبادیوں میں تعمیر کرسکتے ہیں اور انہیں آباد رکھ سکتے ہیں۔ (۱۲)

جہاں تک ان کے نکاح' طلاق' وراثت وغیرہ عائلی قوانین' جنہیں پرسنل لاء کہا جاتا ہے' کا تعلق ہے' اس میں وہ آزاد ہوں گے' البتہ اسلامی عدالت سے وہ کوئی فیصلہ کرانا چاہیں تو وہ اسلامی قانون کے تحت فیصلہ کرے گی' انکے قانون کی اتباع نہ کرے گی' اس موضوع پر علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کے نکات یہاں پیش کئے جارہے ہیں:

۱۔　اسلام کے نکاح و طلاق کے قوانین' اگر وہ چاہیں تو ان کے لئے بھی ہوں گے' جیسے طلاق' ظہار' ایلاء' مہر کا وجوب' بیویوں کے پاس شب باشی کی مساوی تقسیم' مطلقہ عورت کے سابق شوہر کے لئے حلال ہونے کی شرعی صورت' احصان' (آدمی کا شادی شدہ ہونا) وغیرہ۔ اسی طرح جو رشتے مسلمانوں کے لئے حرام ہیں وہ ان کے لئے بھی حرام ہوں گے۔

۲۔　ان کے جو نکاح اسلامی شریعت کے لحاظ سے ناجائز اور حرام چلے آرہے ہیں۔ ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ہم انہیں دو شرطوں کے ساتھ باقی رکھیں گے: ایک یہ کہ وہ اس معاملہ میں ہماری طرف رجوع نہ کریں' ورنہ ہم اپنے قانون کے تحت فیصلہ کریں گے' دوسری شرط یہ کہ وہ نکاح خود ان کے مذہب اور عقیدے کے لحاظ سے جائز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا' لیکن ان کے نکاح اور ازدواجی قوانین سے تعرض نہیں کیا' جب کہ یہ بات معلوم تھی کہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔ (۱۳)

یہی بات علامہ ابن قیمؒ نے احکام اہل الذمہ میں کہی ہے۔ (۱۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی اپنے عائلی مسائل کا فیصلہ اسلامی ریاست سے کرانا چاہیں تو وہ اسلامی قانون کے تحت فیصلہ کرے گی' لیکن اگر وہ ان معاملات میں اس کی طرف رجوع نہ کریں اور اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیں تو انہیں اس کا حق حاصل رہے گا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں

مضت السنة أن يرد أهل الكتاب في حقوقهم ومواريثهم إلى أهل دينهم إلا أن ياتوا راغبين في حكم الله فيحكم بينهم بكتاب الله۔ (۱۵)

سنت یہ رہی کہ اہل کتاب کو ان کے حقوق اور وراثت کے معاملہ میں ان کے مذہبی ذمہ داریوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا (کہ وہ ان کے فیصلوں پر عمل کریں) لیکن اگر وہ اللہ کے حکم کے تحت فیصلہ کے لئے ہمارے پاس بخوشی آئیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۔ قرض یا لین دین کے معاملات میں اسلامی قانون کے تحت ان کے نزاعات کا فیصلہ لازماً کیا جائے گا اس لئے کہ ظلم اور فساد کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ (۱۶)

۴۔ انہیں معاشرہ میں فساد پھیلانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کے لئے اسلامی قانون کے وہ پابند ہوں گے' ان سے ہمارا معاہدہ یہ نہیں ہے کہ وہ فساد پھیلا سکتے ہیں' فساد چاہے وہ کریں یا کوئی اور' اسے ختم کرنا بہرحال ضروری ہے' اس سے (خود) ان کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔ اگر ان کے مذہب میں اس کی اجازت ہو تو بھی اسلامی ریاست اس کی اجازت نہ دے گی' اسی وجہ سے ہم انہیں برسرِ عام شراب کا کاروبار کرنے یا زنا اور بدکاری پھیلانے سے منع کریں گے' ورنہ عام مسلمانوں میں بھی یہ چیزیں پھیل سکتی ہیں۔ (۱۷)

امام ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ذمی کھلے عام فحش کاموں کا ارتکاب کریں' مثال کے طور پر زنا اور لواطت جیسے اعمال یا وہ سودی کاروبار کرنے لگیں تو انہیں اس سے باز رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کی طرح یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے' بلکہ اس کا اثر پورے معاشرہ پر پڑ سکتا ہے' اس لئے اس کی انہیں اجازت نہ ہوگی۔ (۱۸)

اس معاملہ میں احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بیوع' تجارت' لین دین کے معاملات اور وراثت وغیرہ میں ذمی اسلامی احکام کے پابند ہوں گے۔ البتہ انہیں شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ یہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہے۔ لیکن مسلمانوں کی طرح انہیں بھی زنا اور بدکاریوں کی اجازت نہ ہوگی' ان کے جو نکاح پہلے ہو چکے ہیں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' لیکن اگر وہ ہماری طرف رجوع کریں تو اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ (۱۹)

علامہ ابوبکر جصاصؒ نے زیادہ تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''احناف کی رائے یہ ہے کہ بیع (خرید و فروخت) وراثت اور تمام کاروباری معاہدوں میں مسلمانوں کی

طرح ذمی بھی احکام اسلام کے پابند ہوں گے' البتہ انہیں اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں مال شمار ہوتی ہیں' اگر ان کی خرید وفروخت' اس میں تصرف اور اس سے انتفاع ان کے لئے جائز نہ ہوتو یہ چیزیں ان کے لئے مال نہ ہوں گی۔ اگر کوئی انہیں ختم کردے تو اس پر تاوان لازم نہ آئے گا۔ حالانکہ اس بارے میں' ہمارے علم کی حد تک' فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذمی کی شراب ختم کردے تو اس کی قیمت اسے ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ یہی بات حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو لکھی تھی کہ ذمیوں کو ان چیزوں کی خرید وفروخت کی اجازت دی جائے' اس سے جو منافع انہیں حاصل ہوں اس سے عُشر (زمین کا ٹیکس) لیا جائے' ان کے علاوہ باقی معاملات میں وہ ہمارے احام کے پابند ہوں گے۔[20] جہاں تک ان کے ازدواجی رشتوں اور نکاح کا تعلق ہے' امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' وہاں زوجین کسی معاملہ میں ہمارا فیصلہ چاہیں تو ہم اپنے قانون کے تحت فیصلہ کریں گے' لیکن اگر دونوں میں سے کوئی ایک اس کے لئے آمادہ نہ ہوتو ہم فیصلہ نہیں کریں گے۔[21]

امام ابوحنیفہؒ کی اپنے مسلک کے حق میں دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر (بحرین) کے مجوس سے جزیہ لیا' حالانکہ یہ بات آپ کے علم میں تھی کہ وہ محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں' آپ نے اس طرح کے رشتوں کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا' اسی طرح یہود ونصاریٰ بہت سے ان رشتوں کو حلال تصور کرتے ہیں' جو ہمارے نزدیک حرام ہیں' آپ نے اہلِ نجران اور وادی قریٰ کے لوگوں کو ذمی بنایا اور ان سے جزیہ لیا' لیکن ان کے ان رشتوں کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیا۔

آپ نے ان کے ان رشتوں کو بھی باقی رکھا اور انہیں اپنے مذہب اور عقیدہ پر بھی قائم رہنے دیا' حالانکہ وہ ہمارے نقطہ نظر سے فاسد اور باطل ہے' اسی طرح حضرت عمرؓ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کے ازدواجی رشتوں کو باقی رکھا' یہ بات ثابت نہیں ہے کہ محرمات سے ان کے جو رشتے ہوگئے تھے' ان کے درمیان تفریق کرائی ہو' حضرت عمرؓ کے بعد امت کا ہمیشہ اس پر عمل رہا ہے۔ اور اسی کو اس نے اپنایا ہے۔[22]

اس سے دو باتیں بالکل واضح ہیں:

۱۔ اسلامی ریاست میں اسلامی قانون کی حیثیت ملکی قانون کی ہوگی۔ ریاست کا ہر شہری' مسلمان ہو یا غیر مسلم (ذمی) اس کا پابند ہوگا۔ اسی کے مطابق ان کے معاملات طے ہوں گے۔ حدود وتعزیرات بھی نافذ ہوں گی۔ (فقہاء احناف کے نزدیک شادی شدہ غیر مسلم کو زنا کے ارتکاب پر رجم کی سزا نہیں دی جائے گی) اس پر بحث آئندہ آئے گی)

۲۔ نکاح اور ازدواجی تعلق کے معاملہ میں ذمی اسلامی قانون کے پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنے مذہب اور طریقہ پر عمل کرسکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ ان امور میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کیا

جائے گا (احناف کے ہاں فیصلہ کرنا ضروری ہے)

بعض فقہاء کے ہاں ذمیوں کو اس سے زیادہ حقوق اور اختیارات دیئے گئے ہیں' وہ یہ کہ ذمی اگر ہماری طرف رجوع بھی کریں تو فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہے' اسے ان کے مذہبی رہنماؤں کے حوالہ کیا جاسکتا ہے' چنانچہ ابن خویز منداد کے حوالے سے علامہ قرطبی مالکیؒ کہتے ہیں۔

''ذمی اگر ایک دوسرے کے خلاف شکایت کریں اور مدد طلب کریں تو حاکم انہیں عدالت میں طلب نہیں کرے گا۔ (بلکہ انہیں اپنے معاملات خود طے کرنے کے لئے کہے گا) وہ اپنے مذہبی امور میں ہمارے قانون کے پابند نہیں ہیں' انہیں اس کا پابند بنانے میں ایک تو ان کے مذہبی امور کے نگرانوں اور حکام کا نقصان ہوگا اور دوسرے یہ کہ یہ ان کے مذہب میں ترمیم ہوگی۔ ان معاملات میں اگر وہ ہمارا فیصلہ قبول کرنے کے لئے تیار ہوں تو بھی حاکم کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا بہرحال اختیار رہے گا۔ البتہ وہ جب فیصلہ کرے گا تو اسلامی قانون کے مطابق کرے گا''(۲۳)

بعض فقہاء نے اس معاملہ میں ذمیوں کے مذہبی رہنماؤں کے اتفاق کو بھی ضروری قرار دیا۔ علامہ ابوحیان اندلسیؒ کہتے ہیں:

" فان جاء و ک فاحکم بینھم او اعرض عنھم" کے الفاظ بظاہر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دعویٰ کرنے والے دونوں فریق حاکم کے پاس آئیں اور اس کے فیصلے پر رضامندی ظاہر کریں تو فیصلہ کیا جاسکتا ہے' فیصلہ کے لئے یہ بات کافی ہے۔ لیکن ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ان کے مذہبی رہنماؤں کا بھی اس کے لئے آمادہ ہونا ضروری ہے' اگر مذہبی رہنما راضی ہوجائیں اور فریقین راضی نہ ہو' یا فریقین راضی ہوں اور مذہبی رہنما راضی نہ ہوں تو حاکم کے لئے فیصلہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔(۲۴)

اس سے واضح ہے کہ اسلامی ریاست میں ذمیوں پر بھی اسلامی قانون نافذ ہوگا۔ لیکن انہیں اپنے پرسنل لاء پر عمل کی آزادی ہوگی' اس میں ان کے مذہبی رہنماؤں کو بھی خاص اختیارات دیئے جاسکتے ہیں' اس کے لئے ریاست قانون وضع کرسکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' طبع دوم' ص ۱۷۱۔ ۲۷۳' مطبوعہ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی' علی گڑھ

۲۔ جصاص کے الفاظ ہیں: التخییر فی أھل العھد الذین لاذمة لھم ولم یجر علیھم أحکام المسلمین کأھل الحرب إذا ھادنا ھم وایجاب الحکم بما أنزل اللہ فی أھل

الذمة الذين يجري عليهم أحكام المسلمين ۔جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۵۴۳۔ دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۹۴۔

۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ج ۳، جز ۶ ص: ۱۲۰، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۸۸۔

۴۔ رازی، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۶، جز ۱۱ ص ۱۸۶ طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۹۰۔

۵۔ ابوحیان ۔البحر المحیط، ۳/ ۵۰۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۹۳۔

۶۔ رشید رضا، تفسیر المنار، ۶/ ۳۴۹، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۹۹۳،

۷۔ بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل: ۱/ ۲۶۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۸۸۔

۸۔ بغوی، معالم التنزیل علی ہامش الخازن: ۲/ ۲۷۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۹۵۔

۹۔ ابن قدامۃ، المغنی: ۱۲/ ۲۸۳۔ مطبع قاہرہ، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

۱۰۔ ماوردی، النکت والعیون: ۱/ ۴۷۱، مطابع مقہوی الکویت، طبع اول ۹۸۲ء

۱۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۶۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۹۶۹ء

۱۲۔ تفصیل کے لئے دیکھی جائے راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اوران کے حقوق'

۱۳۔ ابن قدامۃ، المغنی: ۱۰/ ۳۳

۱۴۔ ابن قیم، احکام اہل الذمۃ: ۲/ ۶۴۔ مطبع مادی سعودی عرب ۱۹۹۷ء

۱۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ۳، جز ۶، ص: ۱۲۱

۱۶۔ حوالہ سابق

۱۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ۳، جز ۶، ص۔ ۱۲۱

۱۸۔ ابن قیم، احکام اہل الذمۃ: ۲/ ۷۶۵

۱۹۔ آلوسی، روح المعانی: جلد ۳، جز ۶، ص: ۳۰۰ دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۹۹۴۔

۲۰۔ جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۵۴۲، ۵۴۳

۲۱۔ ایک جزوی مسئلہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے یا زمانہ عدت میں ان کا نکاح ہوگیا ہے تو تفریق نہیں کرائی جائے گی۔

۲۲۔ ایک جزوی مسئلہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے یا زمانہ عدت میں ان کا نکاح ہوگیا ہے تو تفریق نہیں کرائی جائے گی۔

۲۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ۳، جز ۶، ص: ۱۲۱

۲۴۔ ابوحیان اندلسی، البحر المحیط، ۳/ ۵۰۲